نکاح علی و فاطمہ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ

مصنف

مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی

باہتمام

محمد اویس رضا قادری

قطب مدینہ پبلشرز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مؤلف

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

امابعد! ترجمہ روح البیان کے دوران بعض مقامات پر مفسر القرآن علامہ امام اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مضامین مفصل ہوتے یا کہیں تفصیل کی ضرورت ہوتی تو فقیر ہر دونوں صورتوں میں اضافہ وترمیم کرکے اسے رسالہ یا مستقل تصنیف بنالیتا۔ انہیں مضامین میں نکاح سیّدہ فاطمۃ الزہراہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ہے۔اسے فقیر نے تفسیر روح البیان سے علیحدہ کرکے چند اضافے مع حالات سیّدنا علیالمرتضٰی وسیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھ کر اس تصنیف کا نام رکھا......نکاح علی بہ فاطمہ۔

وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم و صلی اللّٰہ علیحبیبہ الکریم الامین و علیآلہٖ و اصحابہ اجمعین

هذا آخر ما رقمه قلم الفقير القادری

ابوصالح محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

بہاول پور، وارد باب المدینہ کراچی پاکستان

یکم جمادی الاوّل ۱۴۲۴ھ بعد صلوٰۃ الفجر

برمکان الحاج بشیر احمد اویسی

نوبل ہائٹس نزد چاندنی سینما

پرانی سبزی منڈی۔کراچی

تعارف

سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن مشہور ہے لیکن آپ کو ابوتراب کنیت مرغوب تھی اس لئے کہ یہ کنیت آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عطا فرمائی تھی۔ آپ کی والدۂ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں آپ اسلام قبول کرنے والی اور ہجرت کرنے والی پہلی ہاشمی خاتون ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور مواخات کے وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آپ کو بھائی بنایا تھا (ویسے بھی چچازاد بھائی تھے) آپ متبحر عالم، بہادری میں مشہور، بے مثل زاہد اور بہترین خطیب تھے۔ آپکا شمار ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے قرآن جمع کر کے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ آپ پہلے بنی ہاشمی خلیفہ ہیں۔

سابق الایمان

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ قدیم الاسلام ہیں۔ حضرت ابن عباس، حضرت انس، حضرت زین بن ارقم، حضرت سلمان فارسی اور دیگر صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم آپ کے اوّل الایمان ہونے پر متفق ہیں اور اسی پر بعض صحابہؓ کرام کا اجماع ہے۔ ابویعلی سے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرتے ہیں فرمایا دوشنبہ کو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور میں دوشنبہ کے دِن اسلام لایا، یا اسلام لانے کے وقت آپ کی عمر دس سال تھی۔ کچھ نے نو سال بعض نے آٹھ سال اور بعض نے اس سے بھی کم بتائی ہے۔ ابن سعد میں ہے حضرت حسن بن زید فرماتے ہیں کہ بچپن میں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بت پرستی نہیں کی۔ یونہی سیّدنا ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متعلق منقول ہے۔

خصوصیات علی رضی اللہ تعالٰی عنہ

۱......ہجرت کے وَقت حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم فرمایا کہ میرے بعد تم چند دِن تک مکہ ہی میں رہنا اور لوگوں کی ہمارے پاس جو امانتیں اور وصیتیں ہیں وہ اُن کے وارثوں تک پہنچا دینا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس حکم کی تعمیل فرمائی۔

۲......حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سوائے غزوۂ تبوک کے باقی تمام غزوات میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شانہ بشانہ شریک رہے غزوۂ تبوک کے وقت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں اپنا خلیفہ بنا کر مدینہ ہی میں رہنے کا حکم فرمایا تھا۔ باقی تمام غزوات و سرایا میں آپ کی شجاعت و بہادری کے کمالات و کارنامے بہت مشہور ہیں۔

۳......حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ آپ کو جنگ احد میں سولہ زخم آئے تھے۔ بخاری و مسلم میں متفق علیہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آپ کو جنگ خیبر میں علم عطا فرمایا تھا اور آپ کے ہاتھوں فتحِ خیبر کی پیشگوئی بھی فرمائی تھی۔ آپ کے بہادرانہ کارنامے اور زورِ بازو کے بہترین نتائج بھی مشہور ہیں۔

حلیۂ مبارکہ

آپ فربہ اندام تھے۔ خُود استعمال کرنے کے باعث سر کے بال اُڑ گئے تھے۔ آپ کا جسم مضبوط، قد میانہ رو بہ پستی تھا، باعتبار تناسب اعضاء پیٹ کچھ بڑا تھا داڑھی گھنی تھی، کندھوں کے درمیان گوشت بھرا ہوا تھا، پیٹ کے نیچے کا دھڑ بھاری تھی، رنگت گندمی جب کہ جسم پر بال لمبے لمبے تھے۔

شجاعت و کرامت

ابن عساکر میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے جنگ خیبر میں خیبر کا دروازہ اپنی پیٹھ پر اٹھالیا تھا اور اسی دروازے پر چڑھ کر مسلمانوں نے اندر داخل ہوکر خیبر فتح کرلیا تھا۔ پھر وہ دروازہ آپ نے پھینک دیا تھا جب اس دروازے کو وہاں سے ہٹایا گیا تو چالیس سے زائد افراد نے اس کو وہاں سے گھسیٹ کر اٹھایا تھا۔ ابن اسحاق نے مغازی میں اور ابن عساکر بروایت ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرتے ہیں کہ جنگ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلعہ کا دروازہ اکھیڑ کر کافی دیر تک ہاتھوں پر اٹھائے رکھا اور بطور ڈھال اسے استعمال کیا۔ قلعہ فتح ہونے کے بعد آپ نے اسے پھینک دیا۔ جنگ کے بعد ہم نے اسے ہلانا چاہا، ہم اَسّی افراد سے وہ ہلا بھی نہیں تھا۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ہے۔

کنیت ابوتراب کی وجہ

بخاری کتاب الادب میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابوتراب اپنی کنیت بہت ہی پسند تھی اور جب آپ کو اس کنیت سے پکارا جاتا تو مسرت کا اِظہار فرماتے تھے اور اس پسندیدگی کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی انہیں یہ کنیت عطا فرمائی تھی۔ یہ کنیت عطا فرمانے کا باعث یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی بات پر حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خفا ہوکر مسجد میں آکر لیٹ گئے تو آپ کے جسم پر مٹی لگ گئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود مسجد میں آپ کو بلانے کیلئے آئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے جسم سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا اٹھو اے ابوتراب (یعنی مٹی کے باپ)۔

روایات الحدیث

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک سو چھیاسی حدیثیں روایت کی ہیں جب کہ آپ سے روایت کرنے والوں میں آپ کے تینوں فرزند حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، محمد بن حنفیہ، ابن مسعود ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر، ابوموسیٰ اشعری، ابوسعید، زید ابن ارقم، جابر بن عبداللہ، ابوامامہ، ابوہریرہ و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین عظام علیہم الغفران شامل ہیں۔

فضائل حضرت علی کرمَ اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم

(۱) حاکم میں بروایت امام احمد منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت پر جتنی احادیث ہیں اتنی حدیثیں کسی صحابی کی فضیلت میں نہیں ہے۔

(۲) بخاری و مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک جاتے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم مدینہ میں ہی رہو تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، 'یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ بچّوں اور عورتوں پر مجھے خلیفہ بنا کر جارہے ہیں؟' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہیں ویسے چھوڑ کر جارہا ہوں جیسے ہارون (علیہ السلام) کو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) چھوڑ کر گئے تھے بس فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

فائدہ...... اس سے ثابت ہوا کہ اس سے گھریلو معاملات کی نیابت مراد ہے نہ کہ خلافتِ عرفی جیسے شیعوں نے سمجھ رکھا ہے۔

(۳) بخاری و مسلم میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دَوران ایک دِن فرمایا اسلامی پرچم کل میں اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں اِن شاءَ اللہ خیبر فتح ہوگا وہ شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے جب کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اس سے خوش ہیں۔ ساری رات لوگ آپس میں رائے زنی کرتے رہے کہ کل یہ علم کس کو ملتا ہے۔ صبح ہوئی تو ہر شخص یہ خواہش رکھتے ہوئے کہ شاید یہ اعزاز مجھے نصیب ہوجائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب سب صحابہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے تو آپ نے پوچھا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں اس لئے خدمت میں نہیں آسکے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں جلدی بلا لاؤ جب وہ تشریف لائے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں پر لگایا چنانچہ آپ کی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں۔ بعدازاں اسلامی پرچم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُنہیں عطا فرمادیا جب کہ ہم لوگ سوچتے ہی رہ گئے۔

(٤) حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت فادع ابنائنا و ابنائکم نازِل ہوئی (یعنی آیت مباہلہ) تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر جمع کیا اور اللہ سے یہ دعا فرمائی کہ اے میرے معبود یہ ہے میرا کنبہ۔ (رواہ مسلم)

(۵) ترمذی میں ابو سریحہ اور زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ’جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی مولیٰ ہیں‘ یہ حدیث مسند احمد اور طبرانی میں بھی ہے بعض روایات میں ہے حضور اکرم نے فرمایا ’یا اللہ جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے محبت رکھتا ہے اس سے تو بھی محبت فرما اور جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے دشمنی رکھتا ہے تو بھی اس سے دشمنی فرما۔ احمد میں ابو الطفیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ لوگوں کو ایک کھلے میدان میں جمع کیا اور فرمایا کہ تم لوگ قسم کھا کر بتاؤ کہ یوم غدیر خم کے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے حوالے سے کیا فرمایا تھا چنانچہ تیس افراد نے مجمع میں کھڑے ہوکر کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے فرمایا تھا، جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی مولیٰ ہیں اے اللہ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے محبت کرنے والوں سے تو بھی محبت فرما اور جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بغض رکھتے ہیں ان سے دشمنی فرما۔

ازالۂ وہم...... یہاں مولیٰ بمعنی محبوب ہے نہ کہ جس طرح شیعہ کہتے ہیں وہ غلط اس لئے ہے کہ حضور علیہ السلام انبیاء کے بھی مولیٰ ہیں جبکہ علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی نہیں۔

(٦) ترمذی اور حاکم میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار اشخاص سے اللہ تعالیٰ نے مجھے محبت رکھنے کا حکم فرمایا ہے اور مجھے مطلع کیا گیا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ بھی محبت فرماتا ہے۔ لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کے نام پوچھے تو فرمایا، ان میں سے ایک علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ کہا گیا باقی تین اشخاص یہ ہیں: حضرت ابوذر غِفاری، حضرت مقداد اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۷) ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں حبشی بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھ سے ہے اور میں علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ہوں۔

فائدہ...... یہاں یگانگت مراد ہے جیسے عربی قواعد میں سے ہے۔

(۸) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کے درمیان جب بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر روتے ہوئے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے سب صحابہ کو تو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا ہے مگر مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تم دنیا وآخرت میں میرے بھائی ہو۔ (رواہ ترمذی)

(۹) صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو جان دے کر اُگایا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مؤمن تجھ سے محبت کرے گا جب کہ منافق دشمنی رکھے گا۔

(۱۰) ترمذی میں ہے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض کی بناء پر ہم منافق کو پہچان لیتے تھے۔

(۱۱) طبرانی اور بزار میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب کہ ترمذی اور حاکم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اُس کا دروازہ ہیں (یہ حدیث حسن ہے اس حدیث کو موضوع قرار دینے والوں سے غلطی ہوئی ہے۔)

(۱۲) حاکم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یمن میں (قاضی بنا کر) بھیجنا چاہتے تھے تب میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا میں نو عمر ہوں، معاملات نمٹانے کا تجربہ بھی نہیں ہے پھر بھی آپ مجھے یمن بھیج رہے ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ سن کر میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، 'اے اللہ اس کے سینے کو منوّر فرما دے اور اس کی زبان کو پراثر بنا دے۔' اس خدا کی قسم جس کے حکم پر بیج سے درخت پیدا ہوتا ہے اس دعا کے بعد کسی مقدمہ اور مسئلے کے حل کرنے میں کبھی مجھے تردّد یا کھٹکا نہیں ہوا، اور ہر مقدمہ میں بلا شک وشبہ میں نے صحیح فیصلہ کیا۔

علی المرتضیٰ صحابۂ کرام کی نظر میں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

(۱) ابن سعد میں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے مجھ سے بکثرت احادیث روایت کرنے کا سبب پوچھا تو میں نے جواب دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ رسولِ اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب بھی کچھ پوچھتا تھا تو آپ مجھے وہ بات بہترین طریقے سے سمجھاتے تھے اور جب میں خاموش رہتا تو آپ مجھے خود ہی بتا دیتے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ سب سے اعلیٰ فیصلے علی رضی اللہ عنہ ہی فرمایا کرتے تھے۔

(۳) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ ہم مدینے والوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سب سے زیادہ معاملہ فہم ہیں۔

(٤) ابن سعد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہم جب بھی کوئی مسئلہ پوچھتے تو ہمیں دُرست جواب ملتا تھا۔

(۵) حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب کوئی مشکل مسئلہ آتا اور وہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ ہوتے تو وہ اللہ کی پناہ مانگتے تھے کہ کہیں مسئلہ حل کرنے میں غلطی نہ ہو جائے۔

(٦) سعد بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ایسے تھے جو اعلانیہ کہتے تھے جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھو۔

(۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، مدینہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر فصل قضایا اور علم الفرائض (میراث) کو جاننے والا کوئی نہیں تھا۔

(۸) حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں علم صرف حضرت علی، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک محدود رہ گیا ہے۔

(۹) عبداللہ ابن عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس علم کی طاقت تھی۔ ان کے اِرادے پختہ، مضبوط اور مستقل ہوتے تھے۔ آپ خاندان میں بہادر مشہور تھے آپ ابتداء ہی میں اسلام لے آئے۔ آپ دامادِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ فقہ وسنت کے احکام میں مہارت رکھتے تھے۔ جنگ میں بہادری اور مال و دولت میں سخاوت میں سب سے ممتاز تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم سب لوگ درخت کی مختلف شاخیں ہو جبکہ میں اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک ہی درخت کی شاخ ہیں۔

(۱۰) ابن عساکر میں ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں جو کچھ قرآن میں نازِل ہوا ہے ایسا کسی صحابی کی شان میں نہیں ہوا۔

(۱۱) ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور رِوایت نقل کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں تین سو آیتیں نازل ہوئیں ہیں۔

(۱۲) طبرانی میں حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب غصہ آتا تھا تو پھر سوائے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آپ سے کوئی بات نہیں کر سکتا۔

(۱۳) طبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھنے کو عبادت قرار دیا ہے۔

(۱۴) طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اٹھارہ ایسی صفتیں ہیں جو کسی اور میں نہیں ہیں۔

(۱۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تین ایسی فضیلتیں ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے حاصل ہوتی تو میں اسے تمام دنیا سے زیادہ محبوب رکھتا۔ لوگوں نے وہ فضیلتیں پوچھیں تو فرمایا:۔

[۱] حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے نکاح میں دی۔

[۲] حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کو مسجد میں رکھا ان کیلئے وہاں جو کچھ حلال ہے میرے لئے نہیں۔

[۳] جنگ خیبر میں اسلامی پرچم انہیں عطا فرمایا۔

انتباہ...... ایسے جزوی فضائل سے کسی دوسرے پر کلی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔

(۱٦) ابو یعلی اور بزار میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اذیّت دے گا گویا وہ مجھے اذیت دیتا ہے۔

(۱۷) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے محبت کرنا گویا مجھ سے محبت کرنا ہے اور جس نے مجھ سے محبت کی گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور جسے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے دشمنی ہے گویا اس کی مجھ سے دشمنی ہے اور مجھ سے دشمنی رکھنا اللہ سے دشمنی رکھنا ہے۔

(۱۸) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے سنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو برا کہا اس نے گویا مجھے برا کہا اور حاکم میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم تاویل قرآن پر ایسے جھگڑتے ہو جیسے میں کفار سے تنزیل قرآن پر جھگڑتا تھا۔

(۱۹) ابو یعلی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا، اے علی (رضی اللہ عنہ) تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے کہ یہودیوں نے ان سے اتنی دشمنی کی کہ ان کی ماں پر بھی بہتان لگایا جب کہ عیسائیوں نے ان سے ایسی محبت کی جس کے وہ لائق نہ تھے (خدا کا بیٹا بنادیا) یاد رکھو، انسان کو دو چیزیں تباہ کر دیتی ہیں ایک تو ایسی محبت کہ محبوب کو ایسی صفتوں سے موسوم کرے جو حقیقتاً اس میں نہیں ہیں۔ دوسرا ایسی دشمنی کہ عداوت میں تہمت لگاتا رہے۔

(۲۰) طبرانی نے اوسط اور صغیر میں حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میں نے سنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن بھی علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا معاون ہے۔ یہ دونوں مجھ سے جدا ہو کر پھر کوثر پر مجھ سے آملیں گے۔

(۲۱) احمد اور حاکم میں صحیح مسند کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دو قسم کے لوگ بہت ہی بدبخت ہیں ان میں ایک تو آلِ ثمود ہیں جنہوں نے اللہ کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کی اُونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھی۔ دوسرے وہ جو تمہارے سر پر تلوار مار کر تمہاری داڑھی کو خون آلود کرے گا۔

(۲۲) حاکم میں ہے ابوسعید خدری فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں چند افراد نے آکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق شکایت کی۔ آپ نے اسی وقت خطبہ دیا اور فرمایا لوگو! علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شکایت مت کرو اس لئے کہ راہِ خدا میں اور معاملۂ خداوندی میں وہ بہت بہتر اور سخت رویہ رکھتے ہیں۔

جنگِ جمل

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دوسرے دِن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مدینہ میں تمام صحابۂ کرام نے بیعت کر لی تھی جب کہ حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیعت نہ کی اور حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر براہ مکہ مکرمہ بصرہ چلے گئے اور وہاں پہنچتے ہی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کر دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی خبر ملتے ہی عراق تشریف لے گئے۔ راستے میں بصرہ میں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آمنا سامنا ہو گیا اور جنگ ہوئی جو کہ جنگِ جمل کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ میں حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کے علاوہ تیرہ ہزار مسلمان مارے گئے۔ یہ واقعہ جمادی الاخرہ ۳۶ھ میں رونما ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پندرہ دِن بصرہ رہ کر کوفہ چلے گئے۔

جنگِ صفین

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے ہی کوفہ پہنچے تو حضرت امیر معاویہ ان کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ شامی لشکر ان کے ساتھ تھا اُدھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کوفہ سے نکلے ماہ صفر ۳۷ھ میں صفین کے مقام پر دونوں میں کئی روز تک خوب جنگ ہوئی آخر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوچ اور فکر کے مطابق شامیوں نے نیزوں پر قرآن بلند کر لئے چنانچہ یہ صورت دیکھ کر لوگوں نے جنگ میں اپنے ہاتھوں کو روک لیا پھر دونوں طرف سے صلح کیلئے ایک ایک آدمی کو حَکم بنایا گیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے تھے جب کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نمائندہ تھے۔ دونوں نمائندوں میں ایک معاہدہ طے پایا کہ اگلے سال اصلاح اُمّت کیلئے اذرح کے مقام پر اکٹھے ہو کر بات چیت کی جائے گی۔ اس معاہدے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر سمیت شام کی طرف جب کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کو لے کر کوفہ چلے گئے۔

خوارج سے جنگ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوفہ پہنچتے ہی (خوارج کی) ایک جماعت نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور خلافتِ علی سے منکر ہو گئے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کے ارادے سے حرورہ کے مقام پر ایک لشکر ترتیب دیا اور نعرہ لگایا **لا حکم الا للّٰہ** **یعنی حکم صرف اللہ ہی کا ہے**۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سربراہی میں ان کا سر کچلنے کیلئے ایک لشکر روانہ کیا دونوں میں زبردست جنگ ہوئی کچھ خارجی تو واپس آ گئے اور لشکر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شریک ہو گئے اور کچھ ایسے تھے جو اپنے عقیدے پر قائم رہے اور نہروان کی طرف فرار ہو گئے۔ نہروان میں انہوں نے ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ آخر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہروان جا کر ان سب کو قتل کر ڈالا۔ ذوالثدیہ بھی اس موقع پر قتل ہو گیا۔ سن ۳۸ھ میں یہ جنگ ہوئی تھی۔

ازرح میں ثالثوں کا فیصلہ

حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سابقہ معاہدے کے تحت سن ۳۸ھ میں مقام ازرح میں اکٹھے ہوئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دلائل و براہین اور زورِ بیان سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حاوی ہو گئے۔ جس کے نتیجے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سے معزول کر دیا۔ جب کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنا کر خود ان سے بیعت خلافت کر لی۔ لوگوں میں یہ فیصلہ سنتے ہی اختلاف ہو گیا۔ بہت سے لوگوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بدستور قائم ہے اور بہت سے لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علیحدہ ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی انگلیاں چباتے ہوئے بعض اوقات کہتے تھے میں نے اچھا نہیں کیا مجھے امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اطاعت کر لینی چاہیے تھی۔ اس کی تفصیل و تحقیق فقیر کی تصنیف **طلوع النیرین فی صلح الامیرین** میں پڑھیے۔

تین افراد کے قتل کی سازش

تین خارجیوں عبدالرحمٰن بن ملجم المروی، برک بن عبداللہ التمیمی اور عمرو بن بکیر انے مکہ میں اکٹھے ہو کر آپس میں معاہدہ کیا کہ ہم تینوں حضرت علی، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قتل کر دیں گے۔ تاکہ مسلمانوں میں آئے دِن باہمی جھگڑوں کا سلسلہ ہی ختم ہو جائے۔ چنانچہ طے کیا کہ ابن ملجم، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، برک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور ابن بکیر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا۔ اور طے کیا کہ ایک ہی رات میں یکم رمضان، ۱۱ رمضان یا ۱۷ رمضان کو انہیں قتل کریں گے۔ پھر یہ تینوں شقی القلب اپنے اپنے نامزد کردہ شخص کو قتل کرنے کیلئے ان شہروں کو روانہ ہو گئے۔ ان میں ابن ملجم سب سے پہلے کوفہ پہنچا اور دوسرے خارجیوں سے مل کر انہیں ارادے سے آگاہ کیا کہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ۱۷ رمضان شب جمعہ شہید کر دوں گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری لمحات زندگی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۷ رمضان سن ۴۰ ھ کو صبح بیدار ہونے کے بعد اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب سناتے ہوئے بتایا کہ میں نے آج رات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کی ہے کہ آپ کی اُمّت کے نامناسب رویہ نے سخت نزاع پیدا کر دیا ہے۔ جواب میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم اللہ سے دعا کرو چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ اے اللہ مجھے اس سے بہتر لوگوں میں پہنچادے اور ان لوگوں پر بدتر شخص مسلط فرمادے۔ ابھی اتنا ہی بتا پائے تھے کہ مؤذن ابن نباح نے الصلوة الصلوة کی آواز دی، تو آپ نماز پڑھانے کیلئے گھر سے روانہ ہوگئے۔ آپ راستے میں نماز کیلئے لوگوں کو اُٹھاتے ہوئے جا رہے تھے کہ سامنے ابن ملجم آگیا اور اس نے آپ پر تلوار سے اچانک بھرپور وار کیا کہ آپ کا سر پیشانی سے کنپٹی تک کٹ گیا اور تلوار دماغ تک جا پہنچی اتنے میں لوگ جمع ہوگئے اور قتل پکڑ لیا۔ زخم اگرچہ گہرا تھا۔ پھر بھی آپ جمعہ و ہفتہ تک زِندہ رہے اور شب اتوار آپ کی روح جسدِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ آپ کو حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غسل دیا۔ آپ کی نمازِ جنازہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور رات کے وقت ہی آپ کو دارُالحکومت کوفہ میں دفن کر دیا گیا۔ ابن ملجم جو پکڑا جاچکا تھا اسے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ٹوکرے میں ڈال کر آگ میں جلا دیا گیا۔

درج بالا تمام واقعات ابن سعد نے طبقات میں تحریر کئے ہیں۔ میں نے ان کو اختصار سے لکھا ہے کیونکہ یہاں تفصیلی ذِکر کی گنجائش نہیں ہے۔ دوم یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میرے صحابہ کے ذِکر پر خاموش رہو چاہے کہ ان سے کوئی قتل ہی کیوں نہ ہوا ہو۔

سدی کہتے ہیں کہ ابن ملجم ایک عورت پر عاشق تھا وہ عورت بھی خوارج میں سے تھی اس کا نام قطام تھا اس نے حق مہر میں ابن ملجم سے تین ہزار درہم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر (بعد از قتل) مانگا تھا۔ مشہور شاعر فرزوق تمیمی نے اسی طرف اِشارہ کرتے ہوئے اپنے اشعار میں لکھا ہے ۔

فلم ار مهرا ساقد ذو سماحته	كمهر قطام من فصيح و اعجم
ثلثه آلاف و عبد و قينته	و ضرب على بالحاد المصمم
فلا فهو اعلى و ان غلا	ولا قتل الا قتل ابن ملجم

ترجمہ منظوم:۔

کسی جوان مرد نے ایسا مہر نہیں دیکھا ہوگا	جیسا کہ قطام کا مہر تھا عرب و عجم میں
تین ہزار درہم ایک غلام توانا	اور زہر آلود چمکتی تلوار سے علی کا قتل
علی کے قتل سے بڑا مہر نہیں ہوسکتا	اور ابن ملجم کے قتل سے بڑھ کر کوئی قتل نہیں ہوسکتا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار

ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ خارجیوں کی طرف سے قبر مبارک کی بے حرمتی کے پیشِ نظر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کو ظاہر نہیں کیا گیا تھا۔ شریک کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسد مبارک کو آپ کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ سے مدینہ منورہ منتقل کردیا تھا۔ محمد بن حبیب کی روایت سے مبرد میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی نعش ہے جو ایک سے دوسری قبر میں منتقل ہوئی تھی۔ ابن عساکر میں سعید بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شہید ہوگئے تو آپ کے جسد مبارک کو پہلوئے رسول میں دفن کرنے کیلئے مدینہ لے جانے لگے۔ نعش ایک اونٹ پر رکھی تھی راستے میں رات کے وَقت وہ اونٹ کسی طرف بھاگ گیا اور پھر اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوسکتا اسی لئے اہل عراق کا عقیدہ ہے آپ بادلوں میں پوشیدہ ہیں جب کہ بعض نے کہا کہ وہ اونٹ تلاش بسیار کے بعد سرزمین بنوطے میں مل گیا تھا اور آپ کے جسد مبارک کو وہیں دفن کردیا گیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ آپ کی عمر بوقت شہادت ٦٣ سال تھی۔ کچھ نے ٦٤ سال اور بعض نے ٦٥ سال بتائی ہے بعض نے ٥٨ سال بتائی ہے۔ شہادت کے وقت آپ کی ١٩ باندیاں تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ شہادت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کوفہ میں ہوئی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی۔ آپ کی نمازِ جنازہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ کو رات کے وقت اندھیرے میں دفن کیا گیا۔ خلافت بنی العباس کے شروع تک آپ کا مزار پوشیدہ رہا۔

خلفاءِ ثلاثہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ابن عساکر میں ہے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بصرہ آئے تو ابن الکواء اور قیس بن عبادہ نے کھڑے ہو کر پوچھا بعض کہتے ہیں کہ آپ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم ہی خلیفہ ہو گے بتائیں کہ یہ بات دُرست ہے؟ پھر یہ کہ اس معاملے میں آپ سے زیادہ صحیح کون بتا سکتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ غلط ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی ایسا وعدہ مجھ سے نہیں فرمایا تھا۔ جب کہ سب سے پہلے میں نے ہی آپ کی نبوت کی تصدیق کی تھی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پر جھوٹ نہیں تراشوں گا اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح کا مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا ہوتا تو میں آپ کے منبر پر ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کبھی کھڑا نہ ہونے دیتا۔ نیز یہ کہ کوئی میرا ساتھ دیتا یا نہ دیتا میں ان دونوں کو قتل کر دیتا۔ سب جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ تو کسی نے اچانک قتل کیا اور نہ ہی آپ نے اچانک انتقال فرمایا بلکہ آپ تو کئی دِن بسترِ علالت پر رہے۔ جب بیماری بڑھ گئی اور حسب دستور مؤذن نماز کی خاطر اِطلاع دینے حاضر ہوا تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور انہوں نے حکم کی تعمیل میں نماز پڑھائی اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود دیکھا۔

اسی دَوران جب ایک زوجہ محترمہ (بی بی عائشہ صدّیقہ) نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ امام کیلئے ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو (رقت قلبی کے باعث) حکم مت دیجئے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غصہ میں فرمایا تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتیں ہو۔ جاؤ کہہ دو کہ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی نماز پڑھائیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا تو ہم نے اس معاملے پر غور وفکر کے بعد اپنی دنیا کیلئے اسی شخص کو چن لیا جو ہمارے دین (امامت) کیلئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند فرمایا تھا۔ نماز دین کی بنیاد ہے جب کہ دین اور دُنیا دونوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دم قدم سے قائم ہیں اسلئے ہم سب نے حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت خلافت کر لی نیز سچ اور حق یہ ہے کہ آپ اس کے اہل بھی تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کی خلافت پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں تھا اور نہ آپ کو نقصان پہنچانے کا کسی نے سوچا تھا اور نہ ہی آپ کی خلافت کا قلادہ کسی نے اپنے گلے سے اتارا۔ اسی بناء پر میں نے بھی آپ کی اطاعت کا حق ادا کیا آپ کے حکم پر لشکر کے ہمراہ کافروں سے جنگ لڑی۔ آپ سے بیت المال یا مال غنیمت سے جو دیا بخوشی قبول کر لیا۔ آپ نے جنگ کیلئے مجھے جہاں بھی بھیجا وہاں گیا اور خوب جنگ کی۔ میں نے ان کے حکم سے شرعی حدود بھی جاری کیں۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ فرما دیا تھا۔ وہ خلیفۂ اوّل کے بہترین جانشین تھے سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیروکار تھے۔ اس لئے میں نے ان کی بیعت کرلی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر قطعاً کسی نے اعتراض نہیں کیا اور نہ کسی نے انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت سے کوئی شخص بیزار نہیں تھا میں نے پہلے کی طرح حضرت عمر کے ہر حکم کی اطاعت کا حق ادا کیا۔ انہوں نے بھی مجھے جو کچھ دیا وہ میں نے لے لیا ان کے حکم پر میں نے جنگوں میں جا کر دشمنوں سے مقابلہ کیا اور آپ کے زمانے میں بھی میں نے شرعی حدود جاری کیں۔

البتہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت نزدیک آیا تب میں نے دِل میں سوچا نیز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی قرابت، اسلام قبول کرنے میں سبقت، اپنے اعمال وفضائل پر غور کیا تو یہ خیال ضرور آیا کہ اب میری خلافت پر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شاید یہ خوف ہوا کہ کہیں وہ کسی ایسے شخص کو خلیفہ نہ بنادیں جس کے اعمال کا حساب بھی خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر میں دینا پڑ جائے اس لئے انہوں نے اپنی اولاد کو خلافت سے نظرانداز کر دیا اگر کسی کو وہ خود نامزد کرتے تو اپنے بیٹے کو بناتے مگر انہوں نے ایسا کرنے کے بجائے خلافت کا مسئلہ چھ قریشیوں کے حوالے کر دیا اور ایک میں بھی ان شامل تھا۔ جب خلیفہ کے انتخاب کیلئے ان چھ افراد کا اجتماع ہوا تو بھی میرے دِل میں آیا کہ شاید اب مجھے خلیفہ منتخب کرلیا جائے اور یہ ارکان مجھ پر کسی دوسرے کو ترجیح نہیں دیں گے اور یہ بار مجھ پر ڈال دیں گے۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خود حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ پر بیعت کی اور میں سوچتا رہ گیا کہ میرا وعدۂ اطاعت میری بیعت پر غالب آگیا اور یہ وعدہ دوسرے کی بیعت کیلئے تھا بہرحال میں نے نہ صرف عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کی بیعت کی بلکہ سابقہ خلفاء کی اطاعت کی طرح انکے احکام پر بھی عمل کیا اور حق اطاعت ادا کرتے ہوئے ان کی قیادت قبول کی۔ جنگیں لڑیں۔ شرعی حدود نافذ کیں اور ان کی داد و دہش قبول کی۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے پھر میرے دِل میں خیال آیا کہ جن خلفاء سے میں نے لفظ بالصلوۃ کہہ کر بیعت کی تھی وہ فوت ہوگئے ہیں جن سے میں نے ایفائے عہد کیا وہ اب نہیں رہے۔ اس خیال کے تحت میں نے لوگوں سے بیعت لی۔ حرمین شریفین (مکہ ومدینہ) اور کوفہ وبصرہ کے باشندوں نے مجھ سے بیعت کرلی تو میرے مقابلے میں خلافت کیلئے وہ شخص سامنے آگیا جو قرابت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم اور سبق اسلام میں میرا ہمہ پلہ نہیں ہے اس لئے خلافت کا زیادہ حقدار اس کے مقابلے میں میں ہوں۔

فیصلۂ حق

سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ سے بڑھ کر کس کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔ جب آپ نے مفصل طور ارشاد فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ان تینوں حضرات (ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی خلافت حق ہے تو اب اس فیصلہ کے خلاف جو بھی آواز اُٹھائے وہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ کا منکر ہے۔

یارانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیار

حدیث شریف میں ہے ابونُعیم جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ نے ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا تھا 'اے اللہ مجھے ہدایت یافتہ خلفاءِ راشدین جیسی صلاحیت عطا فرما' مہربانی فرما کر ان ہدایت یافتہ خلفاء کے نام مجھے بتادیں۔ یہ سنتے ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے آنسو آگئے اور فرمایا وہ میرے دوست ابوبکر وعمر فاروق (شیخین) رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں ان میں سے ہر ایک امام ہدایت اور شیخ الاسلام تھا وہ دونوں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد قریش کے مقتدی تھے اور ان کے پیروکار ہی اللہ تعالیٰ کی جماعت میں داخل ہیں۔

کراماتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یقینِ کامل

ابونُعیم جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس فیصلے کیلئے ایک مقدمہ پیش کیا گیا۔ آپ وہیں دِیوار کے نیچے سائے میں مقدمہ کی سماعت فرمانے بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ جناب یہ دیوار تو گرنے والی ہے (یعنی یہاں نہ بیٹھیں) آپ نے فرمایا تم اپنا کام کرو میرا محافظ اللہ تعالیٰ ہے چنانچہ سماعت کے بعد جب فیصلہ سنا کر آپ وہاں سے اٹھ کر چلے تب وہ دیوار گری۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی)

بد دعا کا اثر

طبرانی اور ابونُعیم نے زازان سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسی بات کی تکذیب کی تو آپ نے فرمایا اگر تو اپنی بات میں جھوٹا ہے تو میں تیرے حق میں بددعا کردوں اس نے کہا ہاں ضرور کیجئے۔ اسی وقت آپ نے اس کیلئے بددعا کردی اور وہ شخص اسی وقت اندھا ہوگیا۔

پانچ روٹیوں کی تقسیم کا واقعہ

زر بن جیش سے مروی ہے کہ صبح کے وقت کھانے کیلئے دو آدمی بیٹھے اُن میں سے ایک کے پاس پانچ روٹیاں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ اسی دَوران ایک شخص نے وہاں سے گزرتے ہوئے سلام کہا تو انہوں نے اس کو بھی کھانے میں شریک کرلیا۔ چنانچہ ان تینوں نے مل کر آٹھ روٹیاں کھائیں۔ تیسرے آدمی نے ان دونوں کو جاتے وقت آٹھ درہم دے کر کہا یہ میرے کھانے کی قیمت ہے اسے آپس میں بانٹ لیں چنانچہ رقم بانٹنے پر دونوں جھگڑ پڑے۔ جسکی پانچ روٹیاں تھیں اس نے کہا کہ میں پانچ درہم لونگا اور تمہیں تین روٹیوں کے تین درہم ملیں گے۔ تین روٹیوں والے نے کہا معاملہ روٹیوں کی تعداد کا نہیں ہے لہٰذا یہ رقم آدھی تمہاری آدھی میری ہوگی۔ دونوں آدمی یہ مقدمہ لے کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے آپ نے دونوں کی باتیں سنیں اور فرمایا کہ پانچ روٹیوں والے کی بات صحیح ہے اس کو قبول کرلو اور تم اپنے تین درہم وصول کرلو۔ یہ سنتے ہیں تین روٹیوں والے نے کہا کہ میں تو راضی نہیں ہوں۔ یہ فیصلہ غیر منصفانہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ فیصلہ صحیح ہے ورنہ تمہیں صرف ایک درہم ملے گا جب کہ تمہارے ساتھی کے حصّے میں سات درہم آئیں گے۔ اس نے کہا سبحان اللہ کیا عجیب فیصلہ ہے ذرا مجھے بھی تو سمجھائیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، آٹھ روٹیاں ہیں۔ ایک روٹی کو تین آدمیوں نے کھایا گویا چوبیں ٹکڑے ہوئے یعنی ایک روٹی کے تین ٹکڑے ہوئے جب کہ ہر آدمی نے آٹھ ٹکڑے کھائے۔ یہ اندازہ تو مشکل ہے کہ کس نے خود کتنے کھائے۔ تمہاری تین روٹیوں کے نوٹکڑے ہوئے جس میں آٹھ تم نے کھائے اور مہمان نے تمہارا صرف ایک ٹکڑا کھایا اور تمہارے ساتھی کی روٹیوں سے سات ٹکڑے کھائے اس لئے تمہیں ایک ٹکڑے کی قیمت ایک درہم ملے گا اور تمہارے ساتھی کو سات ٹکڑوں کی قیمت سات درہم ملیں گے۔ یہ وضاحت سنتے ہی اس شخص نے پہلے والے فیصلے کو فوراً قبول کرلیا۔

جھوٹے گواہ کا فرار

مصنف ابن ابی شیبہ میں عطاء سے مروی ہے ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دو افراد نے آ کر گواہی دی کہ فلاں آدمی چور ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں افراد کے متعلق تفتیش فرمائی اور ان سے فرمایا کہ میں جھوٹے گواہوں کو سخت ترین سزا دیتا ہوں اور کئی ایسوں کو دی بھی ہے پھر آپ نے ان دونوں افراد کو گواہی کیلئے بلایا تو پتہ چلا کہ وہ دونوں بھاگ گئے ہیں چنانچہ آپ نے ملزم کو چھوڑ دیا۔

عجیب فیصلہ

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص اپنے ساتھ ایک آدمی کو لے کر حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ شخص کہتا ہے کہ میں نے رات تیری ماں کے ساتھ خواب میں زِنا کیا ہے۔ آپ نے فیصلے میں فرمایا خواب میں زنا کرنے والے کو دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سائے پر کوڑے مارے جائیں۔ (یعنی یہ سزا کا مستحق نہیں ہے)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی

ابن عساکر میں بروایت جعفر بن محمد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اس پر نعم القادر اللہ لکھا تھا جب کہ عمر بن عثمان سے مروی ہے کہ آپ کی مہر کی عبارت یہ تھی الملک اللہ مدائنی کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں قیام پذیر تھے ایک عرب دانشور نے حاضر ہو کر عرض کیا اے امیر المؤمنین واللہ آپ نے خلافت سنبھال کر مسند خلافت کو نہ صرف زِینت بخشی ہے بلکہ مقام خلافت کو عروج بخشا ہے نہ کہ خلافت نے آپ کو بلند فرمایا ہے۔ حیقت میں خلافت آپ جیسی شخصیت ہی پر جچتی ہے یہی مدائنی مجمع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المال میں پہلے جھاڑو دیتے بعد میں نماز پڑھتے تا کہ بیت المال یہ گواہی دے کہ مسلمانوں سے بچا کر یہاں کچھ مال نہیں رکھا گیا ہے۔

علم نحو کا عطیہ

ابوالقاسم زجاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب امالیہ میں بحوالہ چند رواۃ لکھتے ہیں کہ ابوالاسود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والدین سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دِن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ گردن جھکا کر کسی گہری سوچ میں ہیں۔ میں نے پوچھا اے امیرالمؤمنین آپ کس چیز میں غوروفکر فرما رہے ہیں۔ فرمایا، سننے میں آیا ہے کہ تمہارے شہر میں لغت میں کچھ تبدیلیاں کی جارہی ہیں۔ اسلئے میں سوچ رہا ہوں کہ عربی زبان کے کچھ قواعد واصول ترتیب دے دوں تاکہ زبان کی اپنی حیثیت برقرار رہے۔ میں نے عرض کی کہ یہ تو ہم پر بہت بڑا احسان ہوگا اور یہ اصول وقواعد آپ کے بعد ہمیشہ قائم رہیں گے۔ پھر تیسرے دن میں دوبارہ حاضر ہوا تو آپ نے ایک کاغذ میرے سامنے رکھ دیا جس پر بسم اللہ کے بعد لکھا تھا ’کلام کی تین قسمیں ہیں اسم، فعل، حرف۔ اسم وہ جو اپنے موسوم ومسمی کی نشاندہی کرے اور فعل وہ ہے جو اس کی حرکت کو ظاہر کرے اور حرف وہ ہے جو نہ اسم ہو نہ فعل ہو البتہ لفظ کے معنیٰ میں مدد دے۔‘ پھر فرمایا کہ تم اپنے علم کے مطابق اسی میں اِضافہ کرسکتے ہو۔ نیز فرمایا اے ابوالاسود (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہر چیز کی تین حالتیں ہوتی ہیں ظاہری، باطنی اور درمیانی، تیسری حالت پر اہل علم نے بہت کچھ لکھا ہے یہ تفصیل سننے کے بعد میں گھر آیا اور ’حرف نصب، ان، لیت، لعل، کان‘ لکھ کر آپ کی خدمت میں لے گیا۔ جسے دیکھ کر آپ نے فرمایا، تم نے لـــکـــن نہیں لکھا میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا لکن بھی حروفِ ناصبہ ہے لہٰذا اس کو بھی ان میں شامل کردو۔

پند سودمند

ابن عساکر میں ربیعہ بن ناجد سے مروی ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ تمہاری حالت شہد کی مکھیوں جیسی ہونی چاہئے حالانکہ دوسرے پرندے شہد کی مکھیوں کو کمتر سمجھتے ہیں لیکن اگر اُنہیں علم ہوجائے کہ اِن کے پیٹ میں کیسی بابرکت چیز پوشیدہ ہے تو وہ کبھی اُن کو حقیر نہ سمجھیں۔ اے لوگو! اپنی زبان وجسم میں یگانگت قائم کرو۔ اپنے اعمال اور قلوب میں تفریق نہ رکھو اسلئے کہ یہ قیامت کے دِن اِسی چیز کی جزا انسان کو ملے گی اور قیامت کے بعد وہ اُسی کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔ جس سے دنیا میں وہ محبت رکھتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ ایسے کام کرو جو اللہ کے دربار میں منظور ہوں زِیادہ سے زیادہ نیک صالح اعمال کرنے کی کوشش کرو نیز بغیر تقویٰ کے کوئی نیک عمل قبول نہیں ہوتا اور یہ حقیقت ہے جو عمل خلوصِ دل سے نہ ہو وہ قبول کیسے ہوگا۔

ترغیب عمل صالح

یحیٰی بن جعدہ سے مروی ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے عاملینِ قرآن تم قرآن پر عمل کرو کیونکہ علم کے مطابق عمل کرنے والا ہی اصل میں عالم ہے یعنی عمل بھی علم کے مطابق ہو۔ ایسا وقت قریب ہے کہ لوگ علم تو حاصل کریں گے مگر انکے گلے سے نیچے نہیں اترے گا اور ان کے ظاہر و باطن باہم مخالف ہوں گے۔ ان کے علم میں تضاد ہوگا وہ حلقہ میں بیٹھ کر خود کو دوسروں سے صاحب افتخار سمجھیں گے اور نوبت یہاں تک جا پہنچی ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے برابر بیٹھنے پر ہی بھڑک اٹھے گا اور اسے اپنے برابر سے اٹھ کر دوسری جگہ بیٹھنے کو کہے گا۔ ایسے لوگوں کے اعمال ان کی مجلسوں تک محدود رہ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں پہنچیں گے۔ آپ نے فرمایا اچھے کام کی توفیق اعلیٰ رہنما ہے۔ خوش اخلاقی بہترین دوست عقل و شعور، بہترین ساتھی اور ادب بہترین میراث ہے جب کہ غم و فکر، تکبر سے زیادہ بدتر ہیں۔

مسئلہ قدر کی وضاحت

حارث سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے مسئلہ قدر کی وضاحت پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ قدر ایک اندھیری راہ ہے جس پر چلنا ناممکن ہے۔ اس نے دوبارہ پوچھا تو فرمایا کہ قدر ایک بہت ہی گہرا سمندر ہے جس میں غوطہ لگانا مشکل ہے اور تم اس کی حقیقت کو نہ پاسکو گے۔ اس نے تیسری بار پوچھا تو فرمایا کہ مسئلہ قدر اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا راز ہے جسے تم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے، اس کی جستجو نہ کرو۔ مگر چوتھی بار اس نے اصرار کیا تو فرمایا کہ پھر وہ جیسے چاہے گا ویسے ہی تم سے کام لے گا۔ مزید فرمایا کہ ہر مصیبت اپنی اپنی انتہا تک ضرور پہنچتی ہے اور یہ رنج و محن ایک مقام پر جا کر ختم ہو جاتے ہیں اس لئے عقل مند کو چاہئے کہ وہ آنے والے مصائب کو ٹالنے کی کوشش نہ کرے کیونکہ وہ اپنے مقام پر خود ہی ختم ہو جائیں گے ورنہ ہوسکتا ہے تمہاری تدبیر تمہیں مزید مصائب میں جکڑ لیں۔

حکایت

ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سخاوت کی تعریف پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ بن مانگے کسی کو کچھ دے دینا یہ سخاوت ہے جب کہ مانگنے پر دینا بخشش ہے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ کہیں دُور دراز علاقے میں رہتا تھا اور وہیں پر اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کچھ گستاخانہ باتیں کی تھیں۔ مگر اب آتے ہی اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف میں مبالغہ آرائی شروع کردی۔ آپ نے فرمایا جیسے تم تعریف کر رہے ہو، اس طرح قطعاً نہیں ہوں البتہ جو کچھ میرے متعلق تیرے دل میں ہے اس سے کہیں زیادہ ہوں یعنی برا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عبادت میں سستی کا پیدا ہو جانا دراصل معصیت کی سزا ہے نیز معصیت سے معاشی تنگ دستی اور لذت و لطف میں کمی واقع ہو جاتی ہے نیز حرام کی کمائی کو مکمل اور بھرپور طریقے سے چھوڑنے کی کوشش پر رزق حلال کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ علی بن ربیعہ سے مروی ہے ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالتِ غصہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا 'اللہ تعالیٰ آپ کی اس حالت کو سلامت رکھے آپ نے فرمایا تیرے سینے پر (یعنی تیری یہ خواہش نامکمل رہے گی)۔'

نوٹ......سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اور مناقب بقدرِ ضرورت عرض کردیئے۔ مزید تفصیل فقیر کی تصنیف **سوانح علی المرتضیٰ** میں پڑھیے۔

حالاتِ خاتونِ جنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ شیعہ صرف ایک انہی سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مانتے ہیں، تین کا اِنکار ہے۔ فقیر کی کتاب **القول المقبول فی بنات الرسول** میں تفصیل دیکھئے۔

تعارف سیّدہ فاطمۃ الزھرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چوتھی صاحبزادی کا نام نامی سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا اور ان کی ولادت مبارک ۱؁ نبوی میں ہوئی تھی۔ اہل سیر نے ابوبکر رازی کا قول نقل کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولادِ پاک کے بارے میں جو ابن اسحاق کا قول مروی ہے وہ اس کے متضاد ہے۔ سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جملہ اولادِ پاک کی ولادت قبل از نبوت ہوئی تھی اور ابوبکر رازی کے منقول قول کے مطابق سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادتِ پاک اظہارِ نبوت سے ایک سال بعد متصور ہوتی ہے اور ابن جوزی کا قول ہے نبوت کے ظہور سے پانچ سال پیشتر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت ہوئی تھی اور یہی رِوایت سب سے زِیادہ مشہور ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ آنحضرت کی سب سے چھوٹی شہزادی سیّدہ فاطمہ سیّدہ النساء العالمین سیّدہ النساء اہل الجنۃ ہیں۔ آپ کے نام فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیّدہ کو اور آپ سے محبت رکھنے والے تمام مسلمانوں کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھا ہے اور آپ کا نام بتول اسلئے ہے کہ آپ اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے بہ لحاظ فضیلتِ دین اور حسن و جمال میں منفرد تھیں اور آپ ماسوائے اللہ سے بالکل ہی بے نیاز تھیں۔

آپ کا نام زہرا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ زہرت بہجت اور حسن و جمال میں کمال پر تھیں۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے القاب زکیہ اور راضیہ بھی ہیں۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جملہ لوگوں میں سے سب سے زِیادہ صورت وسیرت اور کلام کرنے میں مشابہت حاصل تھی اور آنحضرت کا یہ معمول تھا کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب آتی تھیں تو آنحضرت کھڑے ہوجاتے تھے۔ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے اور ان کی پیشانی کو چوم لیتے تھے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھالیتے تھے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس جب تشریف فرما ہوتے تو وہ کھڑی ہوجاتیں تھیں اور آگے بڑھ کر آنحضرت کا ہاتھ تھام لیتی تھیں اور آنحضرت کو اپنی جگہ پر بٹھاتی تھیں۔

تاریخ نکاح فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ بدر سے تشریف لائے ازاں بعد آپ نے سیّدہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمادیا تھا۔ یہ رمضان کا مہینہ اور ۲ھ تھا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ غزوۂ احد کے بعد ہوا تھا اور شبِ عروسی ذوالحجہ کے مہینہ میں ہوئی تھی۔ دیگر ایک قول کے مطابق نکاح شریف رجب کے مہینہ میں ہوا تھا اور ماہِ صفر میں ہونے کا بھی ایک قول وارد ہوا ہے۔ آپ کا نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم اور وحی کے مطابق کیا گیا تھا۔ اس کی تفصیل آتی ہے۔ اس وقت آپ پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ کی عمر کی تھیں۔ جب کہ علی رضی اللہ عنہ کی عمر شریف ۲۱ سال تھی۔ اس بارے میں اور بھی اقوال وارد ہوئے ہیں اور آپ کے نکاح کا واقعہ ۲ھ کے واقعات میں ذکر کیا گیا ہے۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک سے امام حسن و حسین، حضرت محسن، زینب، ام کلثوم اور سیّدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تولد ہوئے۔ حضرت محسن اور رقیہ چھوٹی عمر میں ہی وصال پاگئے تھے۔ سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عبداللہ بن جعفر کے نکاح میں آئیں اور سیّدہ ام کلثوم کی شادی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوئی۔ ان کی اولاد سے کوئی باقی زِندہ نہ رہا گو عمر ابن الخطاب سے سیدہ ام کلثوم کے ہاں زید نامی ایک فرزند تولد ہوا۔

فضائل

(۱) حدیث صحیح میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان یوں بیان ہوئی ہے: **فاطمة سيّدة نساء اهل الجنة الحسن والحسين سيد شباب اهل الجنة**

(۲) صحیح روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **فاطمة بضعة منى من اذا ها فقد اذانى و من البغضها فقد ابغضنى**

(۳) آنحضرت کا ارشادِ گرامی ہے: **ان اللّٰه يغضب فاطمة و يرضىٰ برضىٰ برضاها** بلاشبہ اللہ تعالیٰ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے غضب سے غضب فرماتا ہے اور ان کی رضا کے ساتھ راضی ہوتا ہے۔

سیرت نگار حضرات کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان دونوں کو آنحضرت نے فرش پر بٹھایا اور ان کی دلجوئی فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھنے لگے، یارسول اللہ! کیا یہ زِیادہ آپ کو محبوب ہیں یا کہ میں زیادہ ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے زیادہ پیاری یہ ہیں اور ان سے زیادہ تم پیارے ہو۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ صحیح روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف فرماتھے۔ آپ اپنے جسم اطہر پر اون کی بنی ہوئی ایک چادر لئے ہوئے تھے۔ تو حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آگئے۔ آنحضرت نے ان کو اپنی چادر مبارک میں لیا۔ ان کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں بھی اپنی ردائے اقدس میں داخل فرمایا اور یہ آیت پاک آنحضرت نے تلاوت فرمائی **انما يريد اللّٰه ليذهب عنكم**

الرجس اهل البيت و يطهر كم تطهيرا اور پھران چاروں کے حق میں یوں ارشادفرمایا، میں اس سے جنگ کروں گا جوان سے جنگ کرے گا اوراس کے ساتھ میں صلح کروں گا جوان کے ساتھ صلح کرے گا۔

فقر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ایک روز سیّدِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں تشریف فرما ہوئے آپ نے دیکھا کہ اونٹ کے بالوں کا بنایا ہوا ایک موٹا لباس انہوں نے زیب تن فرمایا ہوا ہے اور بیٹھی ہوئی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمانِ مبارک سے آنسو بہنے لگے اور ارشاد فرمایا کہ فاطمہ! آج دُنیا کی تنگی اور سختی کے وَقت تم صابر رہو، تا کہ کل قیامت کے دن تمہیں جنت کی نعمتوں کا حصول ہو۔

بھوک ختم

روایت کیا گیا ہے کہ ایک دِن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صدرِ اقدس پر رکھا اور دعا فرمائی اے خدا! انہیں بھوک کی اذیّت سے نجات دیدے۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد ہے کہ ازاں بعد کبھی مجھے بھوک کا احساس نہ ہوا۔ اس کا قصہ طویل حدیث میں وارد ہے۔

حبّ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مولا تھے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کبھی سفر پر روانہ ہوتے تھے تو سب سے آخر میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات فرماتے تھے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے قبل سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات فرماتے تھے ازاں بعد آپ ازواج مطہرات کے حجرات میں تشریف لے جاتے۔ محدثین کرام نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آدمیوں میں سے کس کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، لوگ کہنے لگے مردوں میں سے؟ تو فرمایا کہ ان کے شوہر (حضرت علی)۔

فائدہ...... اس سے سیّدہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انصاف اور اہل بیت نبوت کے ساتھ آپ کی صداقت کا پتہ چلتا ہے یہ بات ذِہن نشین رہنی چاہئے۔ دیگر ایک حدیث میں یوں وارد ہوا کہ لوگوں نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے کس کو محبوب رکھتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ عائشہ کو، پھر لوگوں نے پوچھا کہ مردوں سے کس کو محبوب رکھتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ ان کے والد صاحب سب سے زِیادہ پیارے تھے (دراصل) محبوب تو سب ہی تھے محبوبیت میں مختلف مراتب تھے۔

سیرت

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے والدہ محترمہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مشاہدہ کیا ہے کہ گھر کی مسجد کے محراب میں ساری ساری رات نماز میں لگی رہتی تھیں۔ حتیٰ کہ صبح ہو جاتی تھی اور میں نے ان کو خود سنا کہ مسلمان اور مسلمانوں عورتوں کے واسطے بہت دعائیں مانگا کرتی تھیں اور اپنی ذات کے واسطے کوئی دعا نہ مانگا کرتی تھیں۔ پس میں نے پوچھا اے والدہ محترمہ! اس کی وجہ کیا ہے آپ اپنی ذات کی خاطر کوئی بھی دعا نہیں کرتی ہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا، اے میرے بیٹے اوّل الجوارِ ثم الدار۔ یعنی پہلے ہمسائے اور پھر اپنے گھر کیلئے۔

حضرت فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت کیا گیا ہے کہ ایک روز سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آئے اور سیّدہ سے عرض کرنے لگے، خدا کی قسم! اے فاطمہ! نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک آپ سے محبوب تر کسی کو نہیں دیکھا اور خدا تعالیٰ کی قسم سوائے آپ کے والد محترم کے کسی کو میں نے آپ سے زیادہ محبوب نہیں رکھا۔

یہ اہل بیت اطہار ہیں۔ ان کے فضائل و مناقب حساب و شمار سے باہر ہیں۔ ان میں کچھ اہل بیت کے عنوان سے مجمل ہیں اور کچھ حضرات امام حسن، حسین، علی اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مخصوص ہیں لیکن یہاں پر صرف سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذِکر کرنا ہمارا مقصود ہے لہٰذا اسی پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

اہل بیت کے معانی اور آیت پاک **انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس** کی تفسیر میں علمائے کرام کا بہت سا کلام ہے۔ وہ دوسرے مقامات پر مفصل مذکور ہوا ہے۔

سیّدہ فاطمۃ الزھرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رحلت

روز سہ شنبہ کی رات کو رمضان شریف کی تین تاریخ کو ۱۱ھ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے چھ ماہ بعد سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس دنیائے فانی سے کوچ فرمایا۔ مشہور اور صحیح قول یہی ہے۔ علاوہ دیگر اقوال بھی ہیں جو کہ صحت کو نہیں پہنچے ہوئے۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دورانِ شب بقیع شریف میں دفن کی گئی تھیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کی جنازہ کی نماز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی تھی۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگلے روز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ شکایت اور گلا کیا کہ آپ نے کس بنا پر ہمیں خبر نہ کر کے نماز جنازہ کے شرف سے محروم رکھا ہے اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عذر پیش کیا کہ مجھے اس طرح سیّدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی وصیّت کے مطابق کرنا پڑا ہے۔ وہ یہ تھی کہ مجھے دَورانِ شب دفن کیا جائے۔ اسلئے کہ نامحرموں کی نظر میرے جنازہ پر نہ پڑے۔ یہی عام طور سے لوگوں میں مشہور بات ہے لیکن روضۃ الاحباب وغیرہ کتب میں مذکور ہے اور رِوایات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے ہی جنازہ کی نماز بھی پڑھائی تھی علاوہ ان کے حضرت عثمان بن عفان۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم بھی اس وقت آئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذِکر پاک میں آخر پر یہ مذکور ہو چکا ہے۔

سیّدہ کی قبر مبارک

وہ جگہ جہاں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تدفین ہوئی اس کے بارے میں علماء کی مختلف رائے ہیں بعض کے نزدیک بقیع کے قبرستان میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبر شریف میں مدفون ہیں جہاں پر کہ دیگر تمام اہل بیت مدفون ہیں اور بعض کے نزدیک آپ اپنے گھر میں ہی دفن کی گئی ہیں اور وہ مسجد نبوی کے اندر ہے ان کا جنازہ گھر سے باہر لایا ہی نہ گیا تھا اور وہیں پر آج کل بھی ان کی زیارت کیا جانا عام مشہور عمل ہے لیکن دوسرا قول وہ ہے کہ سیّدہ کا مزار شریف مسجد بقیع میں موجود ہے اور اس کو قبہ عباس کہا جاتا ہے اور جانب مشرق ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زیارتِ بقیع میں اسے بیان کرتے ہیں اور اس میں نماز پڑھنے کی وصیت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد آپ کی جدائی اور غم میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عزلت گزیں ہو چکی تھیں اور اس مقام پر مقیم ہو گئیں تھیں۔ علاوہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہاں پر ایک گھر موجود ہے یہ گھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بقیع شریف میں لیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ قول اوّل صحیح ہے اور مطابق اخبار و آثار کے۔

مروج الذھب میں مسعودی کا بیان

مروج الذھب میں مسعودی ذکر کرتے ہیں کہ امام حسن امام زین العابدین امام محمد باقر امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور کی جگہ پر ایک پتھر ہے جس پر تحریر کیا ہوا ہے:

هذا قبر فاطمة بنت رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم سیّد نساء العالمین وقبر حسین بن علی و حسین بن علی و جعفر بن محمد (رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم)

یہ پتھر ۳۳۰ھ میں ظاہر ہوا تھا اور امام المسلمین حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دفن کے بیان میں مذکور ہوا ہے کہ ان کی یہ وصیت تھی کہ لوگوں کی طرف سے اگر مزاحمت نہ ہو تو مجھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو شریف میں دفن کر دیں۔ بصورت دیگر مجھے میری والدہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلو میں دفن کر دینا۔ مراد ہماری یہ ہے یہ جگہ ہی سیّدہ کی قبر شریف میں مختار ہے۔

حکایت

ذخائر العقبیٰ میں محب طبری نے نقل کیا ہے کہ میرے ساتھ فی سبیل اللہ اخوت رکھنے والے ایک مرد صالح نے خبر دی کہ شیخ ابوالعاص مرسی شاگرد ہیں شیخ ابوالحسن شاذلی کے یہ ابوالعاص مرسی جس وقت بقیع شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے تو قبہ حضرت عباس کے سامنے کھڑے ہوجاتے تھے اور سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں سلام پیش کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے اس مقام پر حضرت شیخ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر کا انکشاف ہوا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ کو کشف میں ایک آیت کبریٰ ہے اور فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ پر جو مجھے اعتقاد تھا اس کی وجہ سے میں ایک بڑا عرصہ اس اعتقاد ہی پر قائم رہا حتیٰ کہ وہ روایت میں نے دیکھی جو کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی رحلت مبارک کے بارے میں ابن عبدالبر سے نقل کی گئی ہے پس جو خبر حضرت شیخ نے اپنے کشف سے دی تھی اس پر میرا اعتقاد مزید بڑھ گیا اور فرماتے ہیں کہ شیخ کے کشف کے ذریعے مجھ پر حدیث کی صحت ثابت ہوگئی اور حدیث شریف سے کشفِ شیخ حق ثابت ہوگیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح

دوسرے سال ہجری کے واقعات سے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت شریفہ صحیح قول کے مطابق قبل از نبوت سے پانچ سال جبکہ قریش نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی کیونکہ سیلاب اس میں داخل ہوگیا تھا اور ان کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۲ھ میں کیا گیا۔ اس وقت رمضان شریف کا مہینہ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ رجب میں شادی ہوئی۔ بعض علماء نے کہا ماہ صفر میں اور بعض کے مطابق غزوہ اُحد کے بعد۔ (کذافی جامع الصول) اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر شادی کے وقت سولہ سال تھی اور بعض کے مطابق اٹھارہ سال اور بعض نے پندرہ سال بتائی ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیس سال پانچ ماہ کے تھے۔ روایات میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے درخواست کی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے وحی کا انتظار ہے اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی خواستگاری کی آنحضرت نے وہی جواب دیا اور مشکوٰۃ شریف میں آیا ہے کہ جب ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے درخواست کی تھی اس وقت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں آنحضرت نے فرمایا تھا کہ وہ ابھی صغیرسن ہے۔ اس کے بعد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ ان سے اہل وخواص نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے سوال کرو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرم آتی ہے۔ نیز انہوں نے ابوبکر اور عمر کو انکار کردیا ہے تو مجھے وہ کیونکر دیں گے۔ ان سے کہا گیا تم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک ترین آدمی ہو، ان کے چچا کے بیٹے ہو اور ابوطالب کے فرزند ہو، جاؤ اور شرم نہ محسوس کرو،

پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ کو سلام عرض کیا۔ آنحضرت نے ان کے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کہ کس غرض سے میرے پاس آئے ہو: اے ابو طالب کے بیٹے! عرض کیا کہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کیلئے درخواست پیش کرنے آیا ہوں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مرحباواھلاً۔ اس سے زِیادہ نہ کہا۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھا پس آنحضرت پر ایسی کیفیت طاری ہوگئی جیسی کہ بوقت وحی ہوتی ہے اور آپ ازخود رفتہ ہوگئے۔ اس کے بعد وہ کیفیت جاتی رہی اور آپ بحالِ خود آگئے اور فرمایا اے انس! پروردگار عرش کی طرف سے جبریل علیہ السلام آئے اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتا ہے کہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ کردو۔ اے انس جاؤ اور ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ اور زبیر اور انصار کی جماعت کو بلالاؤ۔ پس یہ سب حضرات حاضر ہوگئے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور پھر شادی کرنے کی ترکیب دی اس کے بعد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کردیا۔ چار سو مثقال چاندی حق مہر مقرر ہوا اور فرمایا اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو قبول کرتا ہے اور راضی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے قبول کیا اور راضی ہوا۔ اس کے بعد چھواروں کا ایک تھال لیا اور لوگوں میں بکھیر دیا اور اس مقام پر فقراء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ مستحب ہے کہ نکاح خوانی کی تقریب میں شکر اور بادام لٹائے جائیں اور مواہبِ لدنیہ میں خطبہ نقل کیا گیا ہے۔

خطبۂ نکاح

الحمد للّٰہ الحمد للّٰہ بنعمة المعبود لقدرة المطاع بسلطانه المرهوب من عذابه و سطوته النافذامره فی سمائه و ارضیه الذی خلق الخلق بقدرته و میزهم باحکامه و اعزهم بدینه و اکرمهم بنبیه محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم ان اللّٰہ تبارک اسمه و تعالت عظمته جبل المصاهرة سببا لا حقا و امرامفتر ضاوشح به الارحام والزم الانام فقال عز من قائل و هو الذی خلق من المآء بشرا فجعله نسبا و صهرا و کان ربک قدیر افامر اللّٰہ تعالیٰ یجری الیٰ قضائه و قضاء یجری الیٰ قدره و لکل قضاء قدر و لکل قدر اجل و لکل اجل کتاب یمحوا اللّٰہ ما یشاء و یثبت و عنده ام الکتاب ثم ان اللّٰہ امرنی ان تزوج فاطمة من علی بن ابی طالب ۔ الخ

نکاح کے بعد

جزری نے اپنی حصن حصین میں حبان کی صحیح میں سے نقل کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کیا تو آپ گھر میں تشریف لائے اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ میرے لئے پانی لاؤ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لکڑی کا پیالہ لیا اور اسے پانی سے بھر کر لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پکڑ کر اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ آگے آؤ وہ آئیں تو آپ نے وہ پانی ان کے سینہ مبارک اور سر مبارک پر چھڑک دیا اور فرمایا اے خداوند! میں اسے تیری پناہ میں دیتا ہوں اور اس کی اولاد کو بھی مردود شیطان سے۔ پھر فرمایا اے فاطمہ! میری طرف پشت کرو انہوں نے ایسا ہی کیا تو آپ نے ان کے کندھوں کے درمیان پانی انڈیلا اور فرمایا اے خداوند! میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ آنحضرت نے پھر فرمایا کہ پانی لاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جانتا تھا جو کچھ آنحضرت کرنا چاہتے تھے لہذا میں کھڑا ہو گیا میں نے پیالہ پانی سے بھرا اور لے آیا۔ پس آنحضرت نے اسے لیا اور اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور مجھے فرمایا کہ آگے آؤ میں آیا تو آپ نے پانی میرے سر پر ڈالا اور میرے منہ پر بھی ڈالا اللھم انی اعیذہ بن و ذریتہ من الشیطان الرجیم پھر فرمایا کہ اپنے اہل کے ساتھ آؤ بسم اللّٰہ و البرکۃ۔

فائدہ...... بعض روایات میں آیا ہے کہ نکاح کے روز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بعد از عشاء تشریف لائے پس آپ نے پانی کا ایک برتن اٹھایا اور اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور معوذتین پڑھیں اور دعا کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ اس پانی کو پئیں اور وضو کریں۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم فرمایا کہ وہ بھی اس پانی کو پئیں اور وضو کریں پھر آپ نے فرمایا کہ اے خداوند! یہ دونوں مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں خداوند! جس طرح تو نے مجھ سے پلیدی کو دُور کیا ہے اور مجھے پاک فرمایا ہے ان دونوں کو بھی پاک فرمادے۔ اس کے بعد ان دونوں کو فرمایا کہ جاؤ اپنی خواب گاہ میں چلے جاؤ اور فرمایا اے خداوند! ان کے درمیان محبت اور اُلفت عطا فرما اور ان میں برکت دے اور ان کی اولاد میں بھی۔

ان کی پریشانی دُور فرمادے اور ان کو نیک بخت کردے اور ان پر برکت فرما اور ان سے بہت ہی پاک اولاد پیدا فرما۔

داماد کی طرفداری

خطیب نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کیا۔ تو فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں۔ پس آنحضرت نے پوچھا کہ اے میری بیٹی! تم کیوں روتی ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! آپ نے مجھے ایسے شخص کے ساتھ بیاہا ہے کہ جس کے پاس کوئی مال نہیں اور نہ کوئی چیز ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو راضی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ساری روئے زمین پر سے دو آدمیوں کو برگزیدہ فرمایا۔

ان دونوں میں سے ایک تمہارے والد ہیں اور دوسرے تمہارے خاوند ہیں اور حاکم کی روایت میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت آئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کیا تو راضی نہیں ہے کہ میں نے تمہارا نکاح اس آدمی سے کیا ہے کہ جو از روئے اسلام مسلمانوں میں سب سے پہلا ہے اور علم کے اعتبار سے ان میں سے دانا ترین ہے اور تم میری اُمّت کی عورتوں میں سے بہترین ہو جیسے کہ مریم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنی قوم میں تھیں اور طبرانی کی روایت میں آیا ہے کہ فرمایا میں نے تمہیں اس سے بیاہا جو دنیا میں نیک بخت ہے اور آخرت میں صالحین سے ہے اور آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ ایک گھوڑا اور ایک زرہ میرے پاس ہے۔ آپ نے فرمایا کہ گھوڑا تمہارے لئے ضروری ہے لیکن زرہ کو تم فروخت کردو اور اس کی قیمت وصول کر کے میرے پاس لاؤ۔ پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زرہ چار سو اَسّی درہم کی فروخت کردی اور پیسے آنحضرت کے پاس لے کر آئے۔ آنحضرت نے ان میں سے ایک مٹھی بھر کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی تا کہ خوشی میں خرچ کردیں اور باقی اُمِ سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کردیئے تا کہ وہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جہیز میں صَرف کریں اور ان کا یہ کام سرانجام دیں اور گھر کا ساز و سامان خریدیں۔

گھریلو کام کی تقسیم

مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقرر فرمادیا کہ اندرونِ خانہ کے کام مثلاً روٹی پکانا، جھاڑو دینا اور چکی پیسنا وغیرہ یہ کام فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کریں گی اور باہر کے کام یعنی اونٹوں کو پانی پلانا اور بازار سے سامان خرید لانا وغیرہ یہ کام (حضرت) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سرانجام دیں گے اور یا انکی والدہ فاطمہ بنت اسد انکے ساتھ قیام کریں اور روایت میں آیا ہے کہ آتش کے پاس بیٹھنے، روٹی پکانے اور گھر میں جھاڑو دینے اور چکی پیسنے سے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا اور ان کے ہاتھ بھی متاثر ہوگئے۔ سخت و شوخ ہوگئے اور ان کا لباس بھی غبار آلود ہوگیا تھا۔ ایک مرتبہ ایک خدمت گار طلب کرنے کیلئے آپ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آنحضرت نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی چیز سکھا دیتا ہوں جو خادم سے بہتر ہے جس وقت تم خوابگاہ میں جاؤ تو تینتیس بار سبحان اللہ پڑھ لو اور تینتیس بار الحمدللہ پڑھو اور چونتیس بار اللہ اکبر پڑھو۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے ہرگز یہ وِرد ترک نہ کیا بلکہ جنگ صفین کی رات کو بھی۔

اور مواہب لدینہ میں کہا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولیمہ کھلایا اور اس زمانہ میں اس سے بہتر کوئی ولیمہ نہ تھا۔ انہوں نے اپنی زرہ کو ایک یہودی کے پاس گروی رکھا بعوض نصف پیمانہ جَو کے اور ولیمہ میں چند صاع جَو اور کھجور اور حیش (دودھ سے مرکب بنا کر خشک کردہ) تھے۔ (رواہُ احمد)

نکاحِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر قرآن میں

بعض خوش نصیب خواتین کے نکاح کا ذکر قرآن مجید میں ہوا ہے جیسے سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح بہ زید پھر حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جس کی تفصیل سورۂ احزاب پارہ ۲۲ میں ہے۔

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے کما قال اللہ تعالیٰ......

و ھو الذی خلق من الماء بشرا و صھرا و کان ربک قدیرا (پ۱۹، سورۃ الفرقان)

اور وہی ہے جس نے پانی سے بشر بنایا پھر اس کے رِشتے اور سسرال مقرر کئے اور تمہارا ربّ قادر ہے۔ (کنزالایمان)

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ کشف الاسرار میں مرقوم ہے کہ یہ آیت حضور علیہ السلام اور حضرت علی وحضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں نازِل ہوئی جب حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عم زاد اور داماد تھے۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسباً میں شامل تھے اور صھراً میں بھی۔ یہ ابن سیرین کا قول ہے۔ (روح البیان)

نکاحِ فاطمہ و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما عرشِ بریں پر

ایک روز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ آپ کے ہاتھ میں خوشبودار پھول تھا آپ نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے سلمان! جاؤ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا لاؤ۔ حضرت سلمان نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ آپ کو حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیوں؟ اور آپ کیا فرماتے ہیں؟ اور آپ کس حالت میں ہیں؟ انہوں نے عرض کی: ہشاش بشاش اور شاداں وفرحاں۔ اس وقت ایسا لگتا تھا جیسا آپ کا چہرہ منوّر ماہِ تاباں اور شمعِ فروزاں ہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (یہ) پھول حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دے دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس پھول کی بہت اچھی خوشبو ہے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پھول ان پھولوں میں سے ایک ہے جو حورانِ بہشتی نے میری لختِ جگر فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے نکاح کے وقت برسائے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا عقد کس کے ساتھ ہوا؟ آپ نے فرمایا، آپ کے ساتھ اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کی تفصیل یہ ہے کہ میں مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک فرشتہ حاضر ہوا جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے اس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا نام محمود بتایا۔ اس نے عرض کی کہ میں تیسرے آسمان کے فلاں مقام پہ رہتا ہوں شب کا باقی تہائی حصہ رہتا تھا کہ مجھے آسمان کے طبقات سے ایک آواز سنائی دی جس میں تمام طبقات کے ملائکہ مقربین وروحانیین وکروبین کو چوتھے آسمان کے

ایک خاص مقام پر جمع ہونے کا حکم ہوا، وہ حسب الحکم جمع ہوگئے۔ اسی طرح مقعدِ صدق اور تمام بہشت اور جنت الفردوس وغیرہ کے ملائکہ اور جنت عدن وغیرہ کے اعلیٰ درجات کے فرشتے جمع ہوئے، حکم ہوا کہ اے مقربانِ بارگاہ! اور اے خاصانِ بادشاہِ حقیقی! سورۂ هل اتىٰ على الانسان پڑھو۔ سب نے مل کر نہایت خوش الحانی سے مذکورہ سورت پڑھی۔ پھر شجر طوبیٰ کو حکم ہوا کہ وہ اپنے بہشت کے خوشبودار پھول برسائے تاکہ فاطمہ وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح پڑھا جائے۔ چنانچہ بہشت کے تمام درختوں اور طوبیٰ نے پھول برسائے۔ پہلے بتایا گیا کہ طوبیٰ درخت کا پتہ پتہ بہشت کے تمام مکانات کے چپہ چپہ سے تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ طوبیٰ درخت نے حرکت کی تو بہشت کی مروارید اور موتی اور بہترین زیورات جھڑ پڑے۔ اس کے بعد حکم ہوا کہ ایک منبر لایئے جو کہ طوبیٰ کے درخت کے ایک زبرجد کے موتی کا دانہ تھا، اسے وہاں بچھایا گیا اور ساتویں طبقہ کا ایک جیل نامی فرشتہ بلایا گیا تمام ملائکہ سے فصیح ترین اور قادر الکلام فرشتہ ہے وہ اسی منبر پر تشریف لایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور پیغمبرانِ عظام پر دُورد بھیجا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جبریل ومیکائیل علیہما السلام کو بلا واسطہ بلا کر گواہ بنایا اور فرمایا کہ میں نے فاطمۃ الزہرا اور علی (رضی اللہ عنہما) کا عقد نکاح کیا اور میں ہی ان دونوں کا متولی ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جناتِ عدن کے نیچے سے ایک بہترین اور روشن ترین بادل کو فرمایا کہ وہ موتیوں کی بارش برسائے۔ اس کے بعد جملہ رضوان وولدان وحورانِ بہشت نے موتی نچھاور کئے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے یہی خوشخبری اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھجوائی اور فرمایا کہ میں نے فاطمہ وعلی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا عقد آسمان پر کردیا، آپ ان کا عقد زمین پر کیجئے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرشتے کا بیان سن کر تمام مہاجرین وانصار کو بلایا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منہ کر کے فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! یہی حکم مجھے آسمان سے پہنچا ہے، میں نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح تم سے کردیا۔ آپ چار دِرہم مہر ادا کیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں نے قبول کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بارک اللہ فیکما اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو برکت دے۔ (انسان العیون)

فائدہ...... انسان العیون میں لکھا ہے کہ یہ نکاح ہجرت کے دوسرے سال ہوا اور ماہِ رمضان میں یہ رسم ادا کی گئی۔ اس وقت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارک پندرہ سال اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک اکیس برس اور پانچ ماہ تھی۔ ولیمہ میں ایک بکرا ذبح کیا گیا جو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا۔ چند سیر جوار کی روٹیاں پکائی گئیں۔ اس وقت انصار کی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔

اہل بیت و صحابۂ کرام کے تعلقات

مروی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رِشتہ مانگا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا تو بی بی صاحبہ خاموش ہوگئیں۔ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹی! حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ کے ساتھ عقدِ نکاح کی درخواست کی ہے، آپ کی کیا مرضی ہے؟ یہ سن کر بی بی صاحبہ رو پڑیں اور عرض کی، ابا جان! آپ مجھے قریش کے غریب ترین انسان سے نکاح کیلئے فرماتے ہیں۔حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹی! میں نے خود نہیں فرمایا مجھے تو آسمان سے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے۔ بی بی صاحبہ نے عرض کیا، تو پھر میں ویسے ہی راضی ہوں جیسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی ہیں۔اس سے قبل ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بی بی صاحبہ کے عقد کیلئے عرض کیا تھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جیسے حکمِ ربانی ہوگا میں بھی انتظار کرتا ہوں تم بھی انتظار کرو۔اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مشورہ دیا کہ آپ بھی حضور علیہ السلام سے بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کی درخواست کیجئے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے دونوں حضرات سے فرمایا کہ آپ حضرات نے مجھے ایسے امر کا مشورہ دیا جس کا مجھے خیال تک نہ تھا۔اس کے فوراً بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا عقد نکاح میرے ساتھ کر دیجئے۔حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، آپ کے پاس مال کتنا ہے؟ عرض کی، ایک گھوڑا اور ایک زِرہ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، گھوڑے کی تو آپ کو جہاد کیلئے ضرورت پڑے گی البتہ اپنی زرہ بیچ ڈالئے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زرہ چار سو اسّی دِرہم میں بیچ ڈالی اور دراہم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔آپ نے وہ دراہم لے کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ بازار سے خوشبو وغیرہ خرید لائیے۔پھر حضور علیہ السلام نے نکاح کا خطبہ پڑھا جس کے الفاظ مبارک یہ تھے:

الحمد للّٰہ المحمود بنعمة المعبود بوحدته الذی خلق الخلق بقدرته و میزھم بحکمته

ثم ان اللّٰہ تعالیٰ جعل المصاھرة نسبا و صھرا و کان ربک قدیرا

ثم ان اللّٰہ امرنی انا ازوج فاطمه من علی علی اربعمائة مثقال فضة ارضیت یا علی

ترجمہ : جمیع محامد اللہ محمود کیلئے اس کی نعمت کے ساتھ جو وحدانیت میں واحد معبود ہے اور اس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا اور انہیں اپنی حکمت سے جدا کیا پھر اللہ تعالیٰ نے مصاہرہ کو نسب وصہر کا سبب بنایا اور تیرا ربّ قادر ہے۔ اس کے بعد مجھے حکم دیا کہ میں فاطمہ کا نکاح علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے کردوں اور اس سے چار سو مثقال چاندی کی مہر کے عوض لوں (پھر آپ نے فرمایا) اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم اس سے راضی ہو۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ پڑھا:

الحمد للّٰہ شکرا لا نعمه و ایادیه و اشهد ان لا اله الا اللّٰہ وحده لا شریک له شهادة تبلغه و ترضیه

ترجمہ : اس کی نعمتوں پر شکر وحمد ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ایسی جو اس تک پہنچائے اور راضی کردے۔

شادی کے بعد حصولِ برکت کا طریقہ

جب عقد نکاح کی رسم ادا ہوگئی تو حضور علیہ السلام نے کھجور کا ایک تھال منگوایا اور حاضرین کے سامنے رکھ کر فرمایا کہ لے جا کر تقسیم کردو یہ علی و فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے ولیمہ کی دعوت ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا، لا تحدث شیئا حتیٰ تلقانی یعنی میرے حکم کے بغیر کسی سے بات نہ کرنا۔ اس کے بعد بی بی امّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لائیں اور بی بی صاحبہ کو گھر کے ایک کونے میں بٹھادیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر کے دوسرے کونے میں بیٹھے حتیٰ کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا، ائتنمی بمآ پانی لایئے۔ بی بی شرم وحیا سے کپڑوں میں چھپی چھپی ایک پیالے میں پانی لائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ پیالہ لے کر اس میں کلی کی اور بی بی صاحبہ سے فرمایا، لیجئے اس پانی سے اپنی چھاتیوں اور سر پر چھینٹے ماریئے اور فرمایا، اللھم انی اعیذھا بک و ذریتھا من الشیطان الرجیم یعنی اے اللہ! میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں اور ان کیلئے شیطان رجیم سے پناہ چاہتا ہوں۔ بعدہٗ پھر فرمایا، ائتونی بمآ پانی لایئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں سمجھ گیا کہ یہ میرے لئے ہوگا۔ اسلئے میں اٹھا اور پانی کا پیالہ بھر لایا آپ نے اسے لیکر کلی کر کے پیالے میں ڈال دی اور میرے لئے وہی حکم فرمایا جو فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو فرمایا تھا۔ پھر میرے لئے وہی دعا مانگی جو فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کیلئے مانگی تھی۔ اس کے بعد ہمارے لئے مشترکہ دعا مانگی: اللھم بارک فیھما و بارک علیھما و بارک لھما فی شملھما یعنی اے اللہ! ان دونوں میں اور ان دونوں کیلئے ان دونوں کے جماع میں برکت عطا فرما۔ پھر سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھیں اور مجھے فرمایا ادخل باھلک باسم اللّٰہ و البرکة یعنی اپنی اہلیہ کو اللہ کے نام اور اس کی برکت سے لے جا۔

فاطمة الزهرا و علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا بستر مبارک

ان دونوں حضرات کا بستر مبارک بکرے کے چمڑے کا تھا، ایک کمبل تھا جسے سر کی طرف کرتے تو پاؤں کی جانب خالی ہو جاتی اور اگر پاؤں کی جانب پورا کرتے تو سر کی جانب خالی۔ ایک روز بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں شکایت کی کہ ہمارا محض بکرے کے چمڑے کا ایک بستر ہے جسے ہم رات کو آرام کرنے کیلئے بچھاتے ہیں اسی میں دِن کو اونٹ کیلئے گھاس لاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، **یا بنیة اصبری فان موسیٰ بن عمران علیه السلام مع امراته عشر سنین لهما فراش الاعباءة قطوانية** یعنی بیٹی صبر کیجئے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا بستر دس سال تک صِرف ایک قطوانیہ کی عبا تھی اور بس۔

فائدہ......قطوانیہ کوفہ کی بستی قطوان کی طرف منسوب ہے۔

نوٹ......مزید تفصیلی حالات سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سوانح عمری میں پڑھیے۔

و صلی اللّٰہ تعالیٰ حبیبه الکریم الامین و علی آلهٖ و اصحابهٖ اجمعین

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابوصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاول پور، نزیل کراچی باب المدینہ پاکستان برمکان الحاج بشیر احمد اویسی

یکم جمادی الاوّل ۱۴۲۴ھ بروز جمعرات بعد صلوٰۃ الفجر